امعان فی اقسام القرآن

تلخیص: عبدالباسط پتافی

عبد الحمید فراہی کا یہ کتابچہ کم و بیش 60 صفحات اور اکیس (21) فصلوں تک پھیلا ہوا ہے۔

یہ عربی زبان میں ہے لیکن اردو میں (اقسام قرآن) کے نام سے بھی چھپ چکا ہے۔

مولانا فراہی نے اس کتابچہ میں کوشش و سعی کی ہے کہ وہ تین اہم شبہات و اعتراضات کے جوابات مہیا کر سکیں سو کتابچہ کا مختصر خلاصہ پیش کرنے سے پہلے وہ شبہات رقم کرنا نہایت ضروری ہے۔

پہلا شبہہ: پروردگار کی ذات جلال و عظیم کے لیے قسم کھانا سزاوار ہی نہیں ہے کیونکہ اپنی بات پر قسم کھانے والا خود کی اہمیت کھو دیتا ہے اور وہ مان چکا ہوتا ہے کہ اس کی بات بغیر قسم کے نہیں مانی جائے گی۔ اور خود قرآن میں بھی رسول کو کہا گیا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والی کی بات نہ مانیں، ارشاد باری تعالی ہوتا ہے "و لا تطع کل حلاف مھین" (سورہ قلم آیت 10)

اور مسیح نے اپنے حواریوں کو بھی ہر صورت میں قسم کھانے سے روکا تھا "لیکن قولکم نعم نعم او لا لا و لا تحلفوا" (ترجمہ: تمہاری زبان میں ہاں ہاں یا نہ نہ ہونا چاہیے اور قسم ہرگز نہ کھانا)

دوسرا شبہہ: قرآن میں ایسے امور (توحید، نبوت اور قیامت و معاد و غیرھا) پر قسم کھائی گئی جبکہ وہاں دلیل ہی سے بات کی جا سکتی ہے کیونکہ کافر قسم سے کیونکر مانے گا اور مومن تو ویسے بھی ایمان لا چکا ہے۔

تیسرا شبہہ: قسم خود سے بڑی اور عظیم چیز کی کھائی جاتی ہے جیسا کہ رسول ص نے کہا ہے کہ (جو کوئی قسم کھائے تو وہ اللہ کی کھائے ورنہ چپ رہے) لہذا اللہ کا مخلوق کی قسم کھانا کیسے درست ہو سکتا ہے خصوصا تین و زیتون (انجیر و زیتون) جیسی چیزوں کی قسمیں کھانا۔

ان شبہات کو ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے وہ فخر الدین رازی کے جوابات و استدلال پر تبصرہ کرتے

ہیں اور ان کے ضعف کی وجوہات بیان کرنے کے بعد ابن قیم کے استدلال پر تبصرہ کرتے ہیں۔

چھٹی فصل میں وہ اپنے نظریہ کی اہم بنیاد کھڑی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بسا اوقات انسان خبر یا وعدہ کی تاکید و پختگی کی ضرورت محسوس کرتا ہے تاکہ وہ دوسرے کی بات پر اور مخاطب اس کی بات پر یقین و اطمینان کر سکے خصوصاً یہ ضرورت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اہم چیزوں پر یقین و اطمئنان درکار ہو۔ مثلاً دو قبلیوں میں معاہدہ ہو رہا ہو یا بادشاہ ور عایا کے مابین عہد و پیمان ہو رہا ہو۔

پس یہ ضرورت انسان کو اس کے حل کی جانب لے جاتی ہے کہ وہ ایسی صورتیں بنائے جس سے اطمینان کی فضا بحال ہو سکے اور معاہدہ و عہد و پیمان میں اطمینان و اعتماد باقی رہے تو پھر وہ کبھی چند لفظوں سے اس کا حل پیش کرتے ہیں یا کبھی درمیان میں لوگوں کو واسطہ بناتے ہیں یا کوئی دستخط وغیرہ لے کر کارِ دنیا بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

اور کچھ نے ایک دوسرے سے ہاتھ (یمین) ملانے یا ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کو اس چیز کا ضامن سمجھا کہ اب کوئی عہد و پیمان کی مخالفت نہیں کرے گا اور یہ طریقہ ہم روم، عرب اور عبرانیوں میں پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قسم کو بھی (یمین) کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد مولانا فراہی نے عرب و عبرانیوں کی مثالیں پیش کی ہیں تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ ان کے یہاں یہ طریقہ رائج تھا اور وہ قسم کھا کر اپنی بات کی تاکید کرتے یا کبھی اپنے مصمم ارادہ و عزم کا اظہار کرتے تھے۔

اور ان تمام شواہد سے یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ ان میں محض قسم کھائی گئی ہے (جیسے ہم کہتے: قسم سے،

قسمے) نہ کہ کسی چیز کی قسم کھائی گئی ہے (مثلاً ہوا کی قسم، زندگی کی قسم۔۔ ایسا نہیں ہے)

ساتویں فصل کو ہم یہاں چھوڑ رہے ہیں کیونکہ اس میں قسم، یمین، نذر اور الیہ کے معانی پر بحث کی گئی ہے تاہم قسم کے متعلق ان کی اس بات کو لکھنا خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ قسم کے معنی قطع یعنی توڑنے اور جدا کرنے کے ہیں اور اس میں ریب و شک کو جڑ سے کاٹ کر اکھاڑ دیا جاتا ہے اور اپنی بات کے پختہ و مصمم ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔

پھر یہ قسم کا مادہ باب افعال (أقسَمَ) میں جا کر مبالغہ کے کام آتا ہے اور پھر انہوں نے اشعار سے اس کے شواہد لکھیں ہیں اور یہ التزام رکھا ہے کہ وہاں بھی محض قسم ہو اور کسی چیز کی قسم نہیں کھائی گئی ہو یعنی یہ کہا گیا ہو کہ میں قسم کھاتا ہوں، میں نے قسم کھائی وغیرہ۔

آٹھویں فصل میں رقم کرتے ہیں کہ اگر قسم کسی چیز کی کھائی جائے تو قسم کے کیا معنی ہوں گے۔

اس صورت میں قسم کا مطلب ہو گا ضم کرنا اور ملانا یعنی جس کی قسم کھائی گئی ہے (مقسم بہ) کو ملانا اس سے جس پر قسم کھائی گئی ہے یعنی اپنی بات پر اس کو شاہد بنانا۔

مثلاً: اللہ کی قسم وہ نیک انسان ہے۔

یہاں اللہ کو شاہد بنایا گیا ہے کسی کے نیک ہونے پر۔

یہی وجہ ہے کہ باء وواو (واللہ / باللہ) سے اکثر قسمیں کھائی گئی ہیں کیونکہ وہ بھی ملانے اور ضم کرنے کے

لیے آتے ہیں

اور دوم یہ کہ اگر ہم تاریخ پڑھیں کہ لوگ قسم کی طرف کیوں گئے تو بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انہیں اپنی بات یا عہد و پیمان کے لیے شواہد چاہیے ہوتے تھے تو وہ قسم اٹھاتے تھے اور لوگوں کی نگاہوں میں خود کو جھوٹا ثابت کرنے سے گریزپا ہوتے تھے۔

اور اسی فصل میں ایک اور نکتہ لکھتے ہیں کہ مغرب و مشرق میں کم و بیش سب مانتے ہیں کہ یہ عبارات قسم کے لیے ہیں:

میں گواہی دیتا ہوں (اشهد) ، اللہ گواہ و شاہد ہے (الله يشهد) یا اللہ جانتا ہے (الله يعلم)۔

پھر بطور تائید سیبویہ کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔

نویں فصل: اکرام و تکریم کی بنیاد پر قسم کھانا

عرب کے یہاں سچ کی بہت اہمیت تھی خصوصا عہد و پیمان میں اور ضمانت وغیرہ میں وہ جو زبان دیتے تھے اس سے منہ موڑنے کو بے حد برا اور قبیح سمجھتے تھے۔

تو اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایسی چیزوں کی قسمیں کھاتے ہیں جو ان کے یہاں اکرام و تکریم والی ہیں جیسے اپنی عمر کی قسم کھانا (لعمري) یا سامنے والے کی زندگی کی قسم کھانا (لعمرک)، لعمر ابیک (تمہارے باپ کی زندگی کی قسم) اور اس قسم کھانے سے وہ محض اپنی بات کی تاکید ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ تاکید کے ساتھ ساتھ اکرام و تکریم کا پہلو بھی نمایاں ہوتا تھا کیونکہ وہ اپنی زندگی کو پیش کر رہے ہوتے تھے کہ

یہ بات ایسی ہی ہے ورنہ یہ جان چلی جائے

تاہم یہ قسمیں اکرام و تکریم کے باجود ایسی چیزوں کی قسمیں نہیں ہیں جن کے لیے عبادت و تقدیس ہو۔

اور یہ نہایت مخصوص الفاظ و کلمات کے پیرائے ہیں لہذا قرآن میں اللہ کا ذاریات وعادیات وغیرہ کی قسمیں کھانا اس باب سے خارج ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کبھی کبھی اس میں تکریم واکرام کا پہلو بھی نہیں ہوتا محض اپنی بات کی تاکید کے لیے قسم کھائی جاتی جیسے لعمر اللہ (بقائے خدا کی قسم)۔

دسویں فصل: تقدیس و تعظیم کی وجہ سے قسم کھانا

جب یہ معلوم ہو چکا کہ لوگ اپنی باتوں یا وعدوں کی توثیق و تاکید کے سبب قسم کی جانب آئے کہ شاہد و گواہ لا سکیں تو کبھی اس میں دینی جہت بھی شامل ہو جاتی ہے۔

ہر قوم میں چند خوبیاں ہوتی ہیں ایسے ہی عرب میں سچائی، ضمانت اور زبان دینے کی از حد اہمیت تھی اور ان کے یہاں مقدس اور حرمت والی چیزوں میں کعبہ سر فہرست تھا۔

پس وہ اللہ یا دین میں مقدس چیزوں کی قسم اس لیے کھانے لگے کہ وہ ان کو بطور شاہد و گواہ پیش کریں اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان پر عذاب و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں مگر اصل مقصود شاہد ہی رہا ہے لیکن اس دینی جہت میں ضمناً تقدیس و تعظیم کا بھی پہلو آگیا ہے۔

اور عرب بالعموم قربانی کرکے، کعبہ کو مس کرکے یا عطر سے معطر ہاتھوں کو کعبہ پر لگا کر دینی قسمیں

کھاتے تھے۔

پس اصل یہی تھی پھر وسعت دیتے دیتے وہ محض کعبہ کا ذکر کر دیتے یا مشاعرِ حج (مثلا مروہ وصفا) کا ذکر کرتے ہوئے قسم کھاتے تھے۔

اس کے بعد مصنف نے تمام امور کے لیے زمانہ جاہلیت کے اشعار پیش کیے ہیں تا کہ اپنی بات دلائل سے ثابت کر سکیں۔

اور آخر میں بطور نتیجہ لکھتے ہیں کہ دینی قسمیں بھی اصلا شاہد و گواہ پیش کرنے کے لیے ہیں مگر ضمنی طور پر اس میں تعظیم کا پہلو بھی آجاتا ہے۔

گیارہویں فصل: بطورِ استدلال قسم کھانا

جیسا کہ کبھی اپنی تو کبھی اللہ کی قسمیں کھائی جاتی ہیں تا کہ جس کی قسم کھائی جائے اسے شاہد بنایا جا سکے اور ہر شے سے اللہ کی قسم بڑی قسم ہے تو اس کا رجحان زیادہ رہا جس سے بعض علماء کو یہ وہم گزرا کہ گویا عرب کا قسم کھانا محض تعظیم کی وجہ سے ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں کیونکہ ابھی ہم دیکھیں گے کہ وہ ایسی ایسی چیزوں کی قسمیں کھاتے ہیں جن میں تعظیم کا پہلو مکمل معدوم ہوتا ہے

شواہد

یہاں ہم ان کے دیے گئے دلائل و شواہد میں سے چند شواہد پیش کر رہے ہیں۔

پہلا شاہد

والخيل تعلم أنا في تجاولنا

عند الطعان أولو بأس وإنعام

نابغة الذيباني

مفہوم: گھوڑے جانتے ہیں (گواہ ہیں) کہ ہم نیزہ بازی میں جولانی کے وقت کسی کے لیے تازیانہ عذاب ہیں اور کسی کے لیے رحمت۔

دوسرا شاہد

والخيل تعلم والفوارس أنني

فرقت جمعهم بطعنة فيصل

عنترة بن شداد

مفہوم: گھوڑے اور شہہ سوار گواہ ہیں کہ میں نے ایک فیصلہ کن نیزہ بازی سے ان کی جمعیت منتشر کر دی

تیسرا شاہد

وقال أبو أمامة يال بكر

فقلت: وَمَرْخَةٍ دعوى كبير

عروة بن مرة الهذلي

مفہوم: اور ابو امامہ نے پکارااے قبیلہ بکر کے لوگو مدد کرو! میں نے کہا: مرخہ کی قسم بڑی خوفناک پکار ہے

دراصل اس شعر میں ابو امامہ کا مذاق اڑایا گیا ہے کہ وہ قبیلہ بکر کی مدد کا خواہاں ہے اور استہزاء کے لیے بطور شاہد ایک کمزور درخت (مرخہ) کی قسم کھائی کہ یہ پیڑ ایک شخص کو بھی اپنے سائے تلے پناہ نہیں دے سکتا گویا تم جن سے مدد مانگ رہے ہو وہ خاک مدد کریں گے

اس درخت کی تشبیہ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ابو جندب ہذلی کا شعر ملاحظہ ہو:

وكنت إذا جار دعا لمضوفة

أشمر حى ينصف الساق مئزري

فلا تحسبن جاري لدى ضل مرخة

ولا تحسبنه فقع قاع بقرقر

مفہوم: میرا حال یہ ہے کہ جب میرا پڑوسی کسی ضرورت میں مجھ سے مدد چاہتا ہے تو میں فوراً اس کے لیے چاک و چوبند ہو جاتا ہوں

پس میرے پڑوسی کو کسی (مرخہ) کے سائے تلے مت سمجھو اور نہ کسی نشیبی زمین کی نرم گھاس سمجھو

چوتھا شاہد

ہجرس نے اپنے باپ کے قاتل جساس کو قتل کرتے وقت بطور شاہد قسم کھائی ہے:

وفرسي وأذنيه، ورمحي ونصليه، وسيفي وغراريه، لا يترك الرجل قاتل أبيه، وهو ينظر إليه

ہجرس کے کلام کے بعد حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

"ہجرس نے ان تمام چیزوں کی قسم بطور ثبوت اور شہادت کے کھائی ہے

اس کا کہنا یہ ہے کہ میں نیزہ بازی، تیغ زنی، حملہ کرنے اور دفاع میں ماہر ہوتے ہوئے اپنے باپ کے قاتل کو بچ نکلنے کا موقعہ کیسے فراہم کر سکتا ہوں

اس پر اس نے ایسی چیزوں کی قسم کھائی جن سے اس کے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔"

پانچواں شاہد

نعیم بن حارث کے مرثیہ میں حصین بن حماد کہتا ہے:

قتلنا خمسة ورموا نعيما

وكان القتل للفتيان زينا

لعمر الباكيات على نعيم

لقد جلت رزيته علينا

مفہوم: ہم نے پانچ کو قتل کیا اور انہوں نے نعیم کو نشانہ بنایا اور قتل ہونا نوجوان کے لیے شرف ہے

نعیم پر ماتم کرنے والیوں کی قسم! نعیم کا قتل ہمارے لیے سخت مصیبت ہے

یہاں ماتم کرنے والی عورتوں کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ ان کی حالت اس حادثہ کی نوعیت پر گواہ ہے

البتہ اس طرح کی اقسام ان کے یہاں زیادہ نہیں ہیں۔

یہ تو ثابت ہو گیا کہ قسم شاہد پیش کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے مگر جب وہ اللہ یا شعائرِ پروردگار کی ہو تو اس میں تعظیم کا بھی پہلو آجاتا ہے۔

بارہویں فصل: یونانی کلام میں قسم کو دلیل کے طور پر کھانا

یونان کے یہاں جمہوریت ہی کے طرز کی حکومتیں رہیں اور سکندر اعظم پہلے بادشاہ رہے مگر وہ بھی عوام سے اپنی تائید لیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکے۔

حالاتِ یونان کی تمہید باندھنے کے بعد دیماسٹنس کا کلام لکھا ہے جہاں وہ اپنے اسلاف کی قسمیں کھا کر لوگوں کو جنگ کے لیے ابھار رہے ہیں اور یہ قسمیں کھانا تعظیم کی جہت سے نہیں بلکہ دلیل کے طور پر ہے کہ جس طرح وہ لڑ کر فتحیاب و سرخرو ہوئے تو تم کیوں نہیں ہو سکتے۔۔۔الخ

تیرہویں فصل میں یونانی شاعر یوبولوس کا شعر پیش کیا ہے اور اس میں واضح کیا ہے کہ کس طرح قسم کو استدلال کے لیے اٹھایا گیا ہے۔

اور لکھتے ہیں کہ یہ دونوں قسمیں (دیماسٹنس و یوبولوس کی) استدلال و دلیل کے لیے تھیں نہ کہ تعظیم کی وجہ سے اگرچہ جن چیزوں کی انہوں نے قسم کھائی وہ فی الواقع عظیم تھیں اور یہ محض اتفاق ہے۔

چودہویں فصل میں استدلال کے لیے کھائی گئی قسموں کو ذرا وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور پندرہویں

فصل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن کی وہ دلیلیں جو قسم کھا کر پیش کی گئی ہیں

جیسا کہ ثابت ہوا کہ قسم شاہد پیش کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے مگر جب وہ اللہ یا شعائرِ پرورد گار کی ہو تو اس میں تعظیم کا بھی پہلو آ جاتا ہے سو اس سے دوسرا اور تیسرا اشکال و شبہہ زائل ہو گیا کیونکہ وہ دلیل و استدلال کی وجہ سے قائم تھے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ قسم میں اصل شاہد بنانا، دلیل دینا وغیرہ ہے لیکن پھر یہ اللہ کے لیے زیادہ استعمال ہو ہو کر منقول ہو گیا لہذا قسم محض تعظیم ہی کے لیے بن گئی۔

جواب: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قسم اللہ کے لیے زیادہ استعمال ہوئی ہے تب بھی اسے منقول نہیں مانا جا سکتا کیونکہ؛

۱) قرآن میں ایسے بہت سے افعال ہیں جو عبد و معبود دونوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ معنی میں پھر بھی فرق رہتا ہے جیسے صلواۃ کے معنی دعا کے ہیں اگر عبد کی طرف سے ہو اور اگر خدا کی طرف سے ہو تو رحمت کے معنی ہوتے ہیں۔

۲) قرآن میں ایک ہی مطلب کو گوناگوں اسالیب و طرق میں بیان کیا جاتا ہے کہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے پس ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ جن چیزوں کی قسمیں کھا رہا ہے (مثلاً ہوا، آسمان، زمین، رات، دن وغیرہ) انہیں چیزوں کو دوسری آیات میں بطور دلیل و تدبر پیش بھی کر رہا ہے۔

۳) خود جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان کو دیکھا جائے تو کوئی بھی عاقل یہ گمان نہیں کرے گا کہ اللہ نے ان چیزوں کو مقدس و معبود کی جگہ عطا کر دی ہے سو اب ان میں بھی وہ تعظیم کے پہلو آ گئے ہیں

خصوصا وہ چیزیں جن میں کوئی تقدس ہی نہیں ہے جیسے گھوڑے اور ہوا کی قسم کھانا وغیرہ۔

۴) ذرا تدبر و تعقل سے کام لیا جائے تو خود ہی مقسم بہ (جس کی قسم کھائی ہو) اور مقسم علیہ (جس چیز پر قسم کھائی ہو) کے درمیان ارتباط و ربط آشکار ہو جاتا ہے۔

۵) جس طرح دیگر آیات جو دلیل کے لیے آئی ہیں ان کو تعمیم دی گئی ہے ایسے ہی قسم کی آیات کو بھی تعمیم سے پیش کیا گیا ہے۔ مثلا: فلا اقسم بما تبصرون و ما لا تبصرون (گویا ہر ایک چیز کی قسم کھائی گئی ہے)

۶) کچھ چیزوں کی قسم کھانے کے بعد صاحبان عقل و خرد کو دعوت فکر دینا بتاتا ہے کہ یہاں محض تعظیم مقصود نہیں جیسے سورہ فجر میں قسمیں کھانے کے بعد کہا: هل في ذالک قسم لذی حجر (ترجمہ: کیا اس میں عقلمند کے لیے قسم (دلیل و شاہد) ہے؟) اور یہ اسلوب ان آیات میں بھی ہے جہاں تفصیل سے دلائل دینے کے بعد قرآن کہتا ہے کہ اس میں تو صاحبان عقل کے لیے نشانیاں ہیں وغیرہ۔

۷) بسا اوقات مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی) کو خاص صفت کے طور پر لایا گیا ہے تاکہ دلیل کی طرف اشارہ کیا جا سکے جیسے والنجم اذا هوی کہ ستارے کی قسم جب وہ ڈوبنے لگے۔

۸) کبھی کبھی جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں ان کی قسموں کے بعد انہیں چیزوں کو دلیل یا تدبر کے لیے بیان کرنا جیسے سورہ ذاریات میں کہا کہ زمیں میں یقین والوں کے لیے نشانیاں ہیں وغیرہ۔

سولہویں فصل: اس فصل میں انہوں نے چند اسباب بتائے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء نے قسم کو استدلال و دلیل کے بجائے تعظیم و تکریم یا دیگر چیزوں میں بیان کیا ہے۔

یعنی اگر قسم کا معاملہ اس قدر واضح و عیاں تھا تو پھر علماء اس جانب کیوں نہیں گئے اور انہوں نے دوسری

راہ کیوں لی؟

آخر کیا وجہ ہے کہ علماء نے قسم کو استدلال و دلیل کے بجائے تعظیم و تکریم یا دیگر چیزوں میں بیان کیا ہے۔؟یعنی اگر قسم کا معاملہ اس قدر واضح وعیاں تھا تو پھر علماء اس جانب کیوں نہیں گئے کہ قسم دلیل کے لیے ہوتی ہے اور انہوں نے دوسری راہ کیوں لی؟

اس کے چند اسباب درج ذیل ہیں:

الف) بعض مقسم بہ (جس کی قسم کھائی ہے) اپنی ذات ہی میں ذی شرف تھے جیسے طور، مکہ، ستارے وغیرہ تو انہیں دلیل کے بجائے شرف کے طور پر دیکھا اور گمان کیا گیا۔

ب) قرآن کی چند قسموں میں دلیل ہونے والی بات پوشیدہ اور خفی رہی جس کے سبب اس کو بطور کلی ماننا کہ قسم دلیل کے لیے ہوتی ہے ذرا دشوار ہو گیا۔

ج) اگلوں نے جب دیکھا کہ اکثر قسمیں اللہ و شعائرِ خدا کی ہیں تو انہوں نے سمجھا کہ قسم میں اصل یہی ہے اور اسی میں حقیقت ہے (پس تعظیم کے معنی اخذ کیے) اور اس کے علاوہ دیگر میں استعمال کرنا مجاز ہے اور جب حقیقت کی صورت کلام کرنا ممکن نہ ہو تو مجاز کی طرف جایا جاتا ہے۔

یہ رائے و نظریہ بنیاد بنا کہ بعد والوں کو بھی اشتباہ ہوا اور نہ زیادہ استعمال حقیقت کو لازم نہیں اور مجاز کی جانب احتیاج کی صورت جانا پڑے یہ بھی ضروری نہیں۔ پس قسم کی اصل شاہد و دلیل ہے چاہے اللہ و شعائرِ خدا کی ہو یا عام چیزوں کی۔

د) بعض چیزوں کی خاص جہات مشہور ہو جاتی ہیں تو انسان جب مکمل تصویر دیکھنے کے بجائے ان چند مشہور جہتوں کو دیکھ کر تفسیر کرنے لگ جاتا ہے تو ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

و) ہمارے علماء کے یہاں علوم عقلیہ و نقلیہ کو بھر پور وقت دیا گیا جس سے انہوں نے تفسیر کا بیڑہ اٹھایا جبکہ تفسیر کے باب میں عرب کے اسالیب، خود قرآن کی طرز وروش اور گذشتہ امتوں کی تاریخ و علوم و آداب وغیرہ کو سمجھنا پس پشت ہو گیا جو کہ نہایت ضروری تھا۔

سترہویں فصل: اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ قسم میں کون سے نکاتِ بلاغت ہیں کہ اللہ نے واضح اور تفصیل سے دلیل قائم کرنے کے بجائے قسم جیسے مختصر اسلوب کو دلیل کے لیے منتخب کیا؟

جواب: اگر علوم طبیعات و عقلیات کی طرح محض استدلالات قائم کیے جائیں تو اس میں ہر عام انسان کی رغبت باقی نہیں رہ سکتی اور نہ ہی اس فن پارے کی جانب ہر کوئی لپکے گا سو اگر اسلوب کو اس طرح بدلا جائے کہ سامع کو نہ ملال ہو نہ کوفت بلکہ اس کی رغبت اور توجہ و التفات کا سامان مہیا کیا جا سکے تو ہدایت کا کام اچھے سے ہو سکے گا۔

اب چند نکات ملاحظہ ہوں:

الف) بات کی تاکید اور اس میں سنجیدگی کو ظاہر کرنا تاکہ مخاطب اس کو وہی اہمیت دے جو اس کا حق ہے نہ کہ ٹھٹھا سمجھ کر گزر جائے۔

ب) قسم انشاء ہے سو اس کا انکار نہیں ہو سکے گا

ت) قسم میں اختصار و ایجاز کا اسلوب نمایاں ہے جس سے تاثیر و اثر پذیری کا پھیلنا ممکن ہے۔ اور پھر عرب کے یہاں ایجاز و اختصار کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔

ج) دلیل کے سمجھنے اور اسے استنباط کرنے میں خود سامع بھی شریک رہے ورنہ ہر بات تفصیل سے بتائی

جائے تو ممکن ہے کہ سامع کی دلچسپی نہ رہے لیکن اگر کچھ اس کے ذہن پر چھوڑا جائے تو اس کی دلچسپی اور دلیل سمجھنے میں شرکت اسے سرور بخشے گی۔

اسی لیے بسا اوقات خبر کی جگہ استفہام کا اسلوب نظر آتا ہے جبکہ وہ استفامیہ انکاری ہوتا ہے۔

د) دلیل کو صاف انداز میں پیش کرنے سے ممکن ہے مخاطب کے لیے مخاصمت اور خوانخواہ کی بحث و تکرار کا دروازہ کھل جائے اور عرب ویسے ہی جدل و بحث میں آگے تھے سو اس اسلوب میں مخاصمت کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

و) قسمیں سورتوں کے اوائل و ابتدا میں رکھی گئیں تا کہ ان کو سن کر سامع مزید سورہ سننے کے لیے آمادہ ہو پس یہ تزئین کا بھی کام کرتی ہیں۔

ھ) دعوے سے پہلے دلیل کا ذکر کرنا کیونکہ دعوے پہلے وہاں ذکر کیے جائیں گے جہاں سامنے والے کو معلوم نہ ہوں لیکن جب سامنے والا دعوؤں کو جانتا ہے تو وہاں پہلے دلیل کا ذکر کرنا حکمت کے موافق ہو جائے گا۔

ی) قسم میں دلیل و استدلال کے علاوہ دیگر حکمتیں بھی ہیں سو وہ جوامع الکلم ہیں۔

اٹھارہویں فصل میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ کیا سوائے اللہ کے کسی اور کی قسم نہیں کھائی جا سکتی؟

اس پر ان کا کہنا ہے کہ دینی قسم محض اللہ کی ہو گی تا کہ شرک کا خاتمہ ہو اور اس آلودگی سے بچا جا سکے باقی اس کے علاوہ اپنی بات میں تاکید یا اپنی سنجیدگی دکھانے کے لیے دیگر چیزوں کی بھی قسمیں کھائی جا

سکتی ہیں۔

انیسویں فصل وبیسویں فصل میں وہ انجیل میں حضرت عیسی کے جملے (تم ہاں ہاں کہو یانہ نہ مگر قسم نہ کھانا) کی وضاحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اصل متن ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور جو موجود ہے اس میں حضرت عیسی کا کلام اپنے خاص اصحاب وحواریوں سے ہے نہ کہ تمام انسانوں سے لہذا یہ خصوصی حکم ہوگا نہ کہ عمومی اور پھر اس کی حکمت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

اکیسویں فصل میں بتاتے کہ قسم کے الفاظ میں فرق ہے جیسے علماء کہتے کہ کوئی بھی مترادف نہیں ہوتا مگر یہ کہ ان میں کچھ فرق ہوتا ہے۔

بائیسویں فصل میں کتابچہ کا خاتمہ ہے۔

نوٹ: چند چیزیں ملحوظ خاطر رہیں

اول) ہم نے اپنی مثالیں اور وضاحتیں شامل کی ہیں تاکہ کتابچہ کے مطالب کو قدرے آسانی سے سمجھا جا سکے

دوم) کچھ اشعار واقتباسات کو ترک کیاہے تاکہ طوالت سے بچاجاسکے جبکہ یہ ان کے اہم دلائل بھی ہیں

سوم) اشعار کے تراجم امین احسن اصلاحی سے ماخوذ ہیں۔

والسلام